بسم اللہ الرحمن الرحیم

استقبالِ رمضان

مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم

بزم خطباء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا. مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا. اَمَّا بَعْدُ:

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن المجید والفرقان الحمید:

أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (سورۂ بقرہ:۱۸۵)

ترجمہ: ماہِ رمضان ہی ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو لوگوں کے لئے ذریعۂ ہدایت، ہدایت کی واضح دلیلوں پر مشتمل اورحق و باطل میں فرق کرنے والا، پس تم میں سے جو رمضان کا مہینہ پائے، وہ اس ماہ کا روزہ ضرور ہی رکھے اور جو مریض یا مسافر ہو، وہ دوسرے دنوں میں اتنے ہی دنوں روزہ رہے، اللہ تمھارے ساتھ آسانی چاہتے ہیں نہ کہ دشواری، اور چاہتے ہیں کہ (روزہ کی) مقررہ تعداد پوری کرلو، نیز اللہ نے تم کو ہدایت عطا فرمائی ہے، اِس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرہ،۱۸۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے ان پر فرض کیے گئے تھے جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔

تمہید

ان شاء اللہ چند روز کے بعد رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہونے والا ہے اور کون مسلمان ایسا ہوگا جو اس مہینہ کی برکت اور عظمت سے واقف نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے یہ مہینہ اپنی عبادت کے لیے بنایا ہے، اور نہ معلوم کیا کیا رحمتیں اللہ تعالیٰ اس مہینہ میں اپنے بندوں کی طرف مبذول فرماتے ہیں، ہم اور آپ ان رحمتوں کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

اس مہینہ کے اندر بعض اعمال ایسے ہیں جن کو ہر مسلمان جانتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے، مثلاً اس ماہ میں روزے فرض ہیں، الحمدللہ، مسلمانوں کو روزہ رکھنے کی توفیق ہوجاتی ہے، اور تراویح کے بارے میں معلوم ہے کہ یہ سنت ہے اور مسلمانوں کو اس میں شرکت کی سعادت حاصل ہوجاتی ہے، لیکن اس وقت ایک اور پہلو کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں،

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ رمضان المبارک کی خصوصیت صرف یہ ہے کہ اس میں روزے رکھے جاتے ہیں، اور رات کے وقت تراویح پڑھی جاتی ہے اور بس، اس کے علاوہ اور کوئی خصوصیت نہیں، اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ یہ دونوں عبادتیں اس مہینہ کی بڑی اہم عبادات میں سے ہیں، لیکن بات صرف یہاں تک ختم نہیں ہوتی، بلکہ درحقیقت رمضان المبارک ہم سے اس سے زیادہ کا مطالبہ کرتا ہے اور قرآن کریم میں اللہ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا کہ:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ (سورۃ الذاریات:٥٦)

یعنی میں نے جنات اور انسانوں کو صرف ایک کام کے لیے پیدا کیا ہے، وہ یہ کہ میری عبادت کریں، اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا بنیادی مقصد یہ بتایا ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں۔

کیا فرشتے کافی نہیں تھے؟

یہاں بعض لوگوں کو خاص کر نئی روشنی کے لوگوں کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ اگر انسان کی تخلیق کا مقصد صرف عبادت تھا تو اس کام کے لئے انسان کو پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ کام تو فرشتے پہلے سے بہت اچھی طرح انجام دے رہے تھے اور وہ اللہ کی عبادت تسبیح اور تقدیس میں لگے ہوئے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تخلیق فرمانے کا ارادہ کیا اور فرشتوں کو بتایا کہ میں اس طرح کا ایک انسان پیدا کرنے والا ہوں تو فرشتوں نے بے ساختہ یہ کہا کہ آپ ایک ایسے انسان کو پیدا کررہے ہیں جو زمین میں فساد مچائے گا اور خون

ریزی کرے گا اور عبادت، تسبیح وتقدیس ہم انجام دے رہے ہیں، اسی طرح آج بھی اعتراض کرنے والے یہ اعتراض کر رہے ہیں کہ اگر انسان کی تخلیق کا مقصد صرف عبادت ہوتا تو اسکے لیے انسان کو پیدا کرنے کی ضرورت نہیں تھی یہ کام تو فرشتے پہلے ہی انجام دے رہے ہیں۔

فرشتوں کا کوئی کمال نہیں

بیشک اللہ تعالیٰ کے فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں، لیکن ان کی عبادت بالکل مختلف نوعیت کی تھی، اس لیے کہ فرشتے جو عبادت کر رہے تھے ان کے مزاج میں اس کے خلاف کرنے کا امکان ہی نہیں تھا، وہ اگر چاہیں کہ عبادت نہ کریں تو ان کے اندر عبادت چھوڑنے کی صلاحیت ہی نہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر سے گناہ کرنے کا امکان ہی ختم فرمادیا، اور نہ انہیں بھوک لگتی ہے، نہ ان کو پیاس لگتی ہے اور نہ ان کے اندر شہوانی تقاضہ پیدا ہوتا ہے، حتیٰ کہ ان کے دل میں گناہ کا وسوسہ بھی نہیں گذرتا، گناہ کی خواہش اور گناہ پر اقدام تو دور کی بات ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی عبادت پر کوئی اجر وثواب بھی نہیں رکھا، کیونکہ اگر فرشتے گناہ نہیں کر رہے ہیں تو اس میں ان کا کوئی کمال نہیں، اور جب کوئی کمال نہیں تو پھر جنت والا اجر وثواب بھی مرتب نہیں ہوگا۔

نابینا کا بچنا کمال نہیں

مثلاً ایک شخص بینائی سے محروم ہے، جس کی وجہ سے ساری عمر اس نے نہ کبھی فلم دیکھی، نہ کبھی ٹی وی دیکھا، اور نہ کبھی غیر محرم پر نگاہ ڈالی، بتایئے کہ ان گناہوں کے نہ کرنے میں اس کا کیا کمال ظاہر ہوا؟ اس لیے کہ اس کے اندر ان گناہوں کے کرنے کی صلاحیت ہی نہیں، لیکن ایک دوسرا شخص جس کی بینائی بالکل ٹھیک ہے جو چیز چاہے دیکھ سکتا ہے، لیکن دیکھنے کی صلاحیت موجود ہونے کے باوجود جب کسی غیر محرم کی طرف دیکھنے کا تقاضہ دل میں پیدا ہوتا ہے وہ فوراً صرف اللہ تعالیٰ کے خوف سے نگاہ نیچے کرلیتا ہے، اب بظاہر دونوں گناہوں سے بچ رہے ہیں، لیکن دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے، پہلا شخص بھی گناہ سے بچ رہا ہے اور دوسرا شخص بھی گناہ سے بچ رہا ہے، لیکن پہلے شخص کا گناہ سے بچنا کوئی کمال نہیں، اور دوسرے شخص کا گناہ سے بچنا کمال ہے۔

یہ عبادت فرشتوں کے بس میں نہیں ہے

لہٰذا اگر ملائکہ صبح سے شام تک کھانا نہ کھائیں تو یہ کوئی کمال نہیں اس لیے کہ انہیں بھوک ہی نہیں لگتی اور انہیں کھانے کی حاجت

ہی نہیں، لہٰذا ان کے نہ کھانے پر کوئی اجر وثواب بھی نہیں، لیکن انسان ان تمام حاجتوں کو لے کر پیدا ہوا ہے، لہٰذا کوئی انسان کتنے ہی بڑے سے بڑے مقام پر پہونچ جائے، حتی کہ سب سے اعلیٰ مقام یعنی نبوت پر پہونچ جائے تب بھی وہ کھانے پینے سے مستغنی نہیں ہوسکتا، چنانچہ کفار نے انبیاء پر یہی اعتراض کیا کہ: مَالِهٰذَا الرَّسُوْلِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ۔ (سورۃ الفرقان:۷)

یعنی یہ رسول کیسے ہیں جو کھانا بھی کھاتے ہیں اور بازاروں میں چلتے پھرتے بھی ہیں تو کھانے کا تقاضہ انبیاء کے ساتھ بھی لگا ہوا ہے، اب اگر انسان کو بھوک لگ رہی ہے لیکن اللہ کے حکم کی وجہ سے کھانا نہیں کھا رہا ہے تو یہ کمال کی بات ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایسی مخلوق پیدا کر رہا ہوں جس کو بھوک بھی لگے گی پیاس بھی لگے گی اور اس کے اندر شہوانی تقاضے بھی پیدا ہوں گے اور گناہ کرنے کے داعیے بھی ان کے اندر پیدا ہوں گے، لیکن جب گناہ کا داعیہ پیدا ہوگا، اس وقت وہ مجھے یاد کر لے گا، اور مجھے یاد کر کے اپنے نفس کو اس گناہ سے بچا لے گا، اس کی عبادت اور گناہ سے بچنا ہمارے یہاں قدر و قیمت رکھتا ہے، اور جس کا اجر وثواب اور بدلہ دینے کے لئے ہم نے ایسی جنت تیار کر رکھی ہے جس کی صفت عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ہے، اس لیے کہ اس کے دل میں داعیہ اور تقاضہ ہو رہا ہے، اور خواہشات پیدا ہو رہی ہیں، اور گناہ کے محرکات سامنے آرہے ہیں، لیکن یہ انسان ہمارے خوف اور ہماری عظمت کے تصور سے اپنی آنکھ کو گناہ سے بچا لیتا ہے، اپنے کان کو گناہ سے بچا لیتا ہے، اپنی زبان کو گناہوں سے بچا لیتا ہے، اور گناہوں کی طرف اٹھتے ہوئے قدموں کو روک لیتا ہے تاکہ میرا اللہ مجھ سے ناراض نہ ہو جائے، یہ عبادت فرشتوں کے بس میں نہیں تھی، اس عبادت کے لئے انسان کو پیدا کیا گیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا کمال

حضرت یوسف علیہ السلام کو جو فتنہ زلیخا کے مقابلے میں پیش آیا، کون مسلمان ایسا ہے جو اس کو نہیں جانتا قرآن کریم کہتا ہے کہ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گناہ کی دعوت دی، اس وقت زلیخا کے دل میں بھی گناہ کا خیال پیدا ہوا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں بھی گناہ کا خیال آ گیا، عام لوگ تو اس سے حضرت یوسف علیہ السلام پر اعتراض اور ان کی تنقیص بیان کرتے ہیں حالانکہ قرآن کریم یہ بتلانا چاہتا ہے کہ گناہ کا خیال آجانے کے بعد اللہ تعالیٰ کے خوف اور ان کی عظمت کے استحضار سے اس گناہ کے خیال پر عمل نہیں کیا اور اللہ تعالیٰ کے آگے سر تسلیم خم کر لیا لیکن اگر گناہ کا خیال بھی دل میں نہ آتا اور گناہ کرنے کی صلاحیت ہی نہ ہوتی اور گناہ کا تقاضہ ہی پیدا نہ ہوتا تو پھر ہزار مرتبہ زلیخا گناہ کی دعوت دے، پھر تو کمال کی تو کوئی بات نہیں تھی، کمال تو یہی تھا کہ گناہ کی دعوت دی جا رہی ہے اور ماحول بھی موجود، حالات بھی سازگار اور دل میں خیال بھی آ رہا ہے، لیکن ان سب چیزوں کے باوجود اللہ کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر کے فرمایا کہ "مَعَاذَ اللّٰهِ" کہ میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں، یہ عبادت ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا۔ (سورۂ یوسف:۲۴)

ہماری جانوں کا سودا ہو چکا ہے

جب انسان کا مقصدِ تخلیق عبادت ہے تو اسکا تقاضہ یہ تھا کہ جب انسان دنیا میں آئے تو صبح سے لے کر شام تک عبادت کے علاوہ کوئی اور کام نہ کرے، اور اس کو دوسرے کام کرنے کی اجازت نہ ہونی چاہیے، چنانچہ دوسری جگہ قرآن کریم نے فرمایا کہ:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ۔ (سورۃالتوبہ:۱۱۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے اور اس کا معاوضہ یہ مقرر فرمایا کہ آخرت میں ان کو جنت ملے گی، جب ہماری جانیں بِک چکی ہیں تو یہ جانیں جو ہم لئے بیٹھے ہیں، وہ ہماری نہیں ہیں بلکہ بکا ہوا مال ہے، اس کی قیمت لگ چکی ہے، جب یہ جان اپنی نہیں ہے تو اس کا تقاضہ یہ تھا کہ اس جان اور جسم کو سوائے اللہ کی عبادت کے دوسرے کام میں نہ لگایا جائے، لہٰذا اگر ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم دیا جاتا کہ تمہیں صبح سے شام تک دوسرے کام کرنے کی اجازت نہیں، بس سجدے میں پڑے رہا کرو اور اللہ اللہ کیا کرو، دوسرے کاموں کی اجازت نہیں، نہ کمانے کی اجازت ہے، نہ کھانے کی اجازت ہے، تو یہ حکم انصاف کے خلاف نہ ہوتا، اس لئے کہ پیدا ہی عبادت کے لئے کیا گیا ہے، لیکن قربان جایئے ایسے خریدار پر کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری جان و مال کو خرید بھی لیا، اور اسکی قیمت بھی پوری لگادی یعنی جنت، پھر وہ جان و مال ہمیں واپس بھی لوٹا دیا کہ یہ جان و مال تم اپنے پاس رکھ لو اور ہمیں اس بات کی اجازت دے دی کہ کھاؤ، پیو، کماؤ اور دنیا کے کاروبار کرو، بس پانچ وقت کی نماز پڑھ لیا کرو اور فلاں فلاں چیزوں سے پرہیز کرو، باقی جس طرح چاہو کرو، یہ اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمت اور عنایت ہے۔

اس ماہ میں اصل مقصد کی طرف آجاؤ

لیکن جائز کرنے کا نتیجہ کیا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بھی جانتے تھے کہ جب یہ انسان دنیا کے کاروبار اور کام دھندوں میں لگے گا تو رفتہ رفتہ اس کے دل پر غفلت کے پردے پڑ جایا کریں گے اور دنیا کے کاروبار اور دھندوں میں کھو جائے گا تو اس غفلت کو دور کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً کچھ اوقات مقرر فرما دیئے ہیں، ان میں سے ایک رمضان المبارک کا مہینہ ہے، اس لیے کہ سال کے گیارہ مہینے تو آپ تجارت میں، زراعت میں، مزدوری میں اور دنیا کے کاروبار اور دھندوں میں کھانے کمانے اور ہنسنے بولنے میں لگے رہے اور اس کے نتیجے میں دلوں پر غفلت کا پردہ پڑنے لگتا ہے، اس لیے ایک مہینہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے مقرر فرما دیا کہ اس مہینے میں تم اپنے اصل مقصد تخلیق یعنی عبادت کی طرف لوٹ کر آؤ جس کے لیے تمہیں دنیا میں بھیجا گیا ہے اور جس کے لیے تمہیں پیدا کیا گیا، اس ماہ میں اللہ کی عبادت میں لگو، اور گیارہ مہینے تک تم سے جو گناہ سرزد ہوئے ہیں ان کو بخشواؤ اور دل کی صلاحیتوں پر جو میل آچکا ہے اس کو دھلواؤ اور

دل میں جو غفلت کے پردے پڑ چکے ہیں ان کو اٹھواؤ، اس کام کے لئے ہم نے یہ مہینہ مقرر کیا ہے۔

رمضان کے معنیٰ

لفظ ''رَمْضَانَ'' میم کے سکون کے ساتھ ہم غلط استعمال کرتے ہیں، صحیح لفظ ''رَمَضَانَ'' میم کے زبر کے ساتھ ہے، اور ''رَمَضَانَ'' کے لوگوں نے بہت سے معنی بیان کئے ہیں لیکن اصل عربی زبان میں ''رَمَضَانَ'' کے معنی ہیں ''جھلسا دینے والا اور جلا دینے والا'' اور اس ماہ کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ سب سے پہلے جب اس ماہ کا نام رکھا جا رہا تھا اس سال یہ مہینہ شدید جھلسا دینے والی گرمی میں آیا تھا۔ اس لئے لوگوں نے اس کا نام ''رمضان'' رکھ دیا، لیکن علماء نے فرمایا کہ اس ماہ کو ''رمضان'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اپنے فضل وکرم سے بندوں کے گناہوں کو جھلسا دیتے ہیں اور جلا دیتے ہیں، اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ مہینہ مقرر فرمایا، گیارہ مہینے دنیاوی کاروبار دنیاوی دھندوں میں لگے رہنے کے نتیجے میں غفلتیں دل پر چھا گئیں، اور اس عرصہ میں جن گناہوں اور خطاؤں کا ارتکاب ہوا ان کو اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو کر انھیں بخشوالو اور غفلت کے پردوں کو دل سے اٹھا دو تاکہ زندگی کا ایک نیا دور شروع ہو جائے اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا کہ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (سورۃ البقرہ:۱۸۳)

یعنی یہ روزے تم پر اس لئے فرض کیے گئے ہیں تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو جائے تو رمضان کے مہینے کا اصل مقصد یہ ہے کہ سال بھر کے گناہوں کو بخشوانا اور غفلت کے حجاب دل سے اٹھانا اور دلوں میں تقویٰ پیدا کرنا، جیسے کسی مشین کو جب کچھ عرصہ استعمال کیا جائے تو اس کے بعد اس کی سروس کرانی پڑتی ہے، اس کی صفائی کرانی پڑتی ہے، اس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کی سروس اور ہالنگ کے لیے یہ رمضان المبارک کا مہینہ مقرر فرمایا ہے تاکہ اس مہینے میں اپنی صفائی کراؤ اور اپنی زندگی کو ایک نئی شکل دو۔

اس ماہ کو فارغ کرلیں

لہٰذا صرف روزے رکھنے اور تراویح پڑھنے کی حد تک بات ختم نہیں ہوتی بلکہ اس مہینے کا تقاضہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اس مہینے میں دوسرے کاموں سے فارغ کرلے، اس لیے کہ گیارہ مہینے تک زندگی کے دوسرے کام دھندوں میں لگے رہے لیکن یہ مہینہ انسان کے لیے اس کی اصل مقصد تخلیق کی طرف لوٹنے کا مہینہ ہے اس لیے اس مہینے کے تمام اوقات، ورنہ کم از کم اکثر اوقات یا جتنا زیادہ سے زیادہ ہو سکے اللہ کی عبادت میں صرف کرے اور اس کے لیے انسان کو پہلے سے تیار ہونا چاہیے اور اس کا پہلے سے پروگرام بنانا چاہیے۔

استقبالِ رمضان کا صحیح طریقہ

آج کل عالمِ اسلام میں ایک بات چل پڑی ہے جس کی ابتداء عرب ممالک خاص کر مصر اور شام سے ہوئی، اور پھر دوسرے ملکوں میں بھی رائج ہوگئی، اور ہمارے یہاں بھی آگئی ہے، وہ یہ ہے کہ رمضان شروع ہونے سے پہلے کچھ محفلیں منعقد ہوتی ہیں جس کا نام "محفل استقبال رمضان" رکھا جاتا ہے جس میں رمضان سے ایک دو دن پہلے ایک اجتماع منعقد کیا جاتا ہے اور اس میں قرآن کریم اور تقریر اور وعظ رکھا جاتا ہے جس کا مقصد لوگوں کو یہ بتلانا ہوتا ہے کہ ہم رمضان المبارک کا استقبال کر رہے ہیں اور اس کو "خوش آمدید" کہہ رہے ہیں، رمضان المبارک کے استقبال کا یہ جذبہ بہت اچھا ہے، لیکن یہی اچھا جذبہ جب آگے بڑھتا ہے تو کچھ عرصہ کے بعد بدعت کی شکل اختیار کر لیتا ہے، چنانچہ بعض جگہوں پر اس استقبال کی محفل نے بدعت کی شکل اختیار کر لی، لیکن رمضان المبارک کا اصل استقبال یہ ہے کہ رمضان آنے سے پہلے اپنے نظام الاوقات بدل کر ایسا بنانے کی کوشش کرے کہ اس میں زیادہ سے زیادہ وقت اللہ جل شانہٗ کی عبادت میں صرف ہو، رمضان کا مہینہ آنے سے پہلے یہ سوچو کہ یہ مہینہ آ رہا ہے کس طرح میں اپنی مصروفیات کم کر سکتا ہوں، اس مہینے میں اگر کوئی شخص اپنے آپ کو بالکلیہ عبادت کے لیے فارغ کر لے تو سبحان اللہ، اگر کوئی شخص بالکلیہ اپنے آپ کو فارغ نہیں کر سکتا تو پھر یہ دیکھے کہ کون کون سے کام ایک ماہ کے لیے چھوڑ سکتا ہوں، ان کو چھوڑے، اور کن مصروفیات کو کم کر سکتا ہوں، ان کو کم کرے اور جن کاموں کو رمضان کے بعد تک مؤخر کر سکتا ہے ان کو مؤخر کرے اور رمضان کے زیادہ سے زیادہ اوقات کو عبادت میں لگانے کی فکر کرے، میرے نزدیک استقبال رمضان کا صحیح طریقہ یہی ہے اگر یہ کام کر لیا تو ان شاء اللہ رمضان المبارک کی صحیح روح اور اس کے انوار و برکات حاصل ہوں گے، ورنہ یہ ہوگا کہ رمضان المبارک آئے گا اور چلا جائے گا اور اس سے صحیح طور پر فائدہ ہم نہیں اٹھا سکیں گے۔

روزہ اور تراویح سے ایک قدم آگے

جب رمضان المبارک کو دوسرے مشاغل سے فارغ کر لیا، تو اب اس فارغ وقت کو کس کام میں صرف کرے؟ جہاں تک تراویح کا معاملہ ہے اس سے بھی ہر شخص واقف ہے، لیکن ایک پہلو کی طرف خاص طور پر متوجہ کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ الحمد للہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے، اس کے دل میں رمضان المبارک کا ایک احترام اور اس کا تقدس ہوتا ہے، جس کی وجہ سے اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس ماہ مبارک میں اللہ کی عبادت کچھ زیادہ کرے اور کچھ نوافل زیادہ پڑھے، جو لوگ عام دنوں میں پانچ وقت کی نماز ادا کرنے کے لیے مسجد میں آنے سے کتراتے ہیں وہ لوگ بھی تراویح جیسی لمبی نماز میں بھی روزانہ شریک ہوتے ہیں، یہ سب الحمد للہ اس ماہ کی برکت ہے کہ لوگ عبادت میں، نماز میں، ذکر و اذکار اور تلاوت قرآن میں مشغول ہوتے ہیں۔

ایک مہینہ اس طرح گزار لو

لیکن ان سب نفلی نمازوں، نفلی عبادات، نفلی ذکرواذکار اور نفلی تلاوت قرآن کریم سے زیادہ مقدم ایک اور چیز ہے جس کی طرف توجہ نہیں دی جاتی ہے، وہ یہ ہے کہ اس مہینہ کو گناہوں سے پاک کر کے گزارنا کہ اس ماہ میں ہم سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو، اس مبارک مہینے میں آنکھ نہ بہکے، نظر غلط جگہ پر نہ پڑے، کان غلط چیز نہ سنیں، زبان سے کوئی غلط کلمہ نہ نکلے اور اللہ تبارک کی معصیت سے مکمل اجتناب ہو، یہ مبارک مہینہ اگر اس طرح گزارلیا پھر چاہے ایک نفلی رکعت نہ پڑھی ہو اور تلاوت زیادہ نہ کی ہو، اور نہ ذکرواذکار کیا ہو لیکن گناہوں سے بچتے ہوئے اللہ کی معیصت اور نافرمانی سے بچتے ہوئے یہ مہینہ گزار دیا تو آپ قابلِ مبارک باد ہیں اور یہ مہینہ آپ کے لئے مبارک ہے، گیارہ مہینے تک ہر قسم کے کام میں مبتلا رہتے ہیں، اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ایک مہینہ آرہا ہے کم ازکم اس کو تو گناہوں سے پاک کرلو، اس میں تو اللہ کی نافرمانی نہ کرو اس میں تو کم ازکم جھوٹ نہ بولو، اس میں تو غیبت نہ کرو اس میں تو بدنگاہی کے اندر مبتلا نہ ہو، اس مبارک مہینے میں تو کانوں کو غلط جگہ پر استعمال نہ کرو، اس میں تو رشوت نہ کھاؤ، اس میں سود نہ کھاؤ، کم ازکم یہ ایک مہینہ اس طرح گزارلو۔

یہ کیا روزہ ہوا؟

اس لیے کہ آپ روزے تو ماشاء اللہ بڑے ذوق وشوق سے رکھ رہے ہیں، لیکن روزے کے کیا معنی ہیں؟ روزے کے معنی یہ ہیں کہ کھانے سے اجتناب کرنا، پینے سے اجتناب اور نفسانی خواہشات کی تکمیل سے اجتناب کرنا، روزے میں ان تینوں چیزوں سے اجتناب ضروری ہے، اب یہ دیکھیں کہ یہ تینوں چیزیں ایسی ہیں جو فی نفسہ حلال ہیں، کھانا حلال، پینا حلال اور جائز طریقے سے زوجین کا نفسانی خواہشات کی تکمیل کرنا حلال، اب روزے کے دوران آپ ان حلال چیزوں سے تو پرہیز کررہے ہیں، نہ کھا رہے ہیں اور نہ پی رہے ہیں لیکن جو چیزیں پہلے سے حرام تھیں، مثلاً جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، بدنگاہی کرنا، جو ہر حال میں حرام تھیں روزے میں یہ سب چیزیں ہورہی ہیں، اب روزہ رکھا ہوا ہے اور جھوٹ بول رہے ہیں، روزہ رکھا ہوا ہے اور غیبت کررہے ہیں، روزہ رکھا ہوا ہے اور بدنگاہی کررہے ہیں، اور روزہ رکھا ہوا ہے لیکن وقت پاس کرنے کے لئے گندی گندی فلمیں دیکھ رہے ہیں، یہ کیا روزہ ہوا؟ کہ حلال چیز تو چھوڑ دی اور حرام چیزیں نہیں چھوڑی، اس لیے حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص روزے کی حالت میں جھوٹ بولنا نہ چھوڑے تو مجھے اس کے بھوکا اور پیاسا رہنے کی کوئی حاجت نہیں اس لیے جب جھوٹ بولنا نہیں چھوڑا جو پہلے سے حرام تھا، تو کھانا چھوڑ کر اس نے کونسا بڑا عمل کیا؟

روزہ کا ثواب ملیا میٹ ہوگیا

اگرچہ فقہی اعتبار سے روزہ درست ہوگیا، اگر کسی مفتی سے پوچھو گے کہ میں نے روزہ بھی رکھا تھا اور جھوٹ بھی بولا تھا، تو وہ مفتی یہی جواب دے گا کہ روزہ درست ہوگیا، اس کی قضا واجب نہیں، لیکن اس کی قضا واجب نہ ہونے کے باوجود اس روزے کا ثواب اور برکات ملیا میٹ ہوگئیں، اس واسطے کہ تم نے اس روزے کی روح حاصل نہیں کی۔

روزے کا مقصد تقویٰ کی شمع روشن کرنا

میں نے آپ کے سامنے جو یہ آیت تلاوت کی کہ:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ۔

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے پچھلی امتوں پر فرض کیے گئے، کیوں روزے فرض کئے گئے؟ تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو، یعنی روزہ اصل میں اس لیے تمہارے ذمہ مشروع کیا گیا، تاکہ اسکے ذریعہ تمہارے دل میں تقویٰ کی شمع روشن ہو، روزے سے تقویٰ کس طرح پیدا ہوتا ہے؟

روزہ تقویٰ کی سیڑھی ہے

بعض علماء کرام نے فرمایا کہ روزہ سے تقویٰ اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ روزہ انسان کی قوتِ حیوانیہ اور قوتِ بہیمیہ کو توڑتا ہے، جب آدمی بھوکا رہے گا تو اس کی وجہ سے اس کی حیوانی خواہشات اور حیوانی تقاضے کچلے جائیں گے، جس کے نتیجے میں گناہوں پر اقدام کرنے کا داعیہ اور جذبہ سُست پڑ جائے گا، لیکن ہمارے حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ (اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، آمین) نے فرمایا کہ صرف قوتِ بہیمیہ توڑنے کی بات نہیں ہے بلکہ بات دراصل یہ ہے کہ جب آدمی صحیح طریقے سے روزہ رکھے گا تو یہ روزہ خود تقویٰ کی ایک عظیم الشان سیڑھی ہے، اس لیے کہ تقویٰ کے کیا معنی ہیں؟ تقویٰ کے معنی یہ ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ کے عظمت کے استحضار سے اسکے گناہوں سے بچنا، یعنی یہ سوچ کر کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر مجھے جواب دینا ہے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے، اس تصور کے بعد جب انسان گناہوں کو چھوڑتا ہے تو اسی کا نام تقویٰ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى۔ (سورۃ النازعات:۴۰)
یعنی جو شخص اس بات سے ڈرتا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونا ہے اور کھڑا ہونا ہے، اور اس کے نتیجے میں وہ اپنے آپ کو ہوائے نفس اور خواہشات سے روکتا ہے، یہی تقویٰ ہے۔

میرا مالک مجھے دیکھ رہا ہے

لہٰذا ''روزہ'' حصولِ تقویٰ کے لئے بہترین ٹریننگ اور بہترین تربیت ہے جب روزہ رکھ لیا تو آدمی پھر کیسا ہی گنہگار، خطا کار اور فاسق وفاجر ہو، جیسا بھی ہو لیکن روزہ رکھنے کے بعد اس کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ سخت گرمی کا دن ہے اور سخت پیاس لگی ہوئی ہے اور کمرہ میں اکیلا ہے، کوئی دوسرا پاس موجود نہیں اور دروازے پر کنڈی لگی ہوئی ہے اور کمرہ میں فرج موجود ہے، اور اس فرج میں ٹھنڈا پانی موجود ہے، اس وقت انسان کا نفس یہ تقاضہ کرتا ہے کہ اس شدید گرمی کے عالم میں ٹھنڈا پانی پی لوں، لیکن کیا وہ شخص فرِج سے ٹھنڈا پانی نکال کر پی لے گا؟ ہرگز نہیں پیے گا، حالانکہ اگر وہ پانی پی لے تو کسی بھی انسان کو کانوں کان خبر نہ ہوگی، کوئی لعنت اور ملامت کرنے والا نہیں ہوگا، اور دنیا والوں کے سامنے وہ روزہ دار ہی رہے گا، اور شام کو باہر نکل کر آرام سے لوگوں کے ساتھ افطاری کھالے تو کسی شخص کو بھی پتہ نہیں چلے گا کہ اس نے روزہ توڑ دیا ہے، لیکن اس کے باوجود وہ پانی نہیں پیتا ہے، کیوں نہیں پیتا؟ پانی نہ پینے کی اس کے علاوہ کوئی اور وجہ نہیں ہے کہ وہ یہ سوچتا ہے کہ اگرچہ کوئی مجھے نہیں دیکھ رہا ہے، لیکن میرا مالک جس کے لئے میں نے روزہ رکھا ہے، وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔

میں ہی اس کا بدلہ دوں گا

اسی لیے اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں کہ: اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِهٖ۔ (ترمذی، کتاب الصوم۔ باب ماجاء فی فضل الصوم حدیث نمبر: ۷۶۴)
یعنی روزہ میرے لئے ہے، لہٰذا میں ہی اس کی جزا دوں گا، اور اعمال کے بارے میں تو یہ فرمایا کہ کسی عمل کا دس گنا اجر، کسی عمل کا ستر گنا اور کسی عمل کا سو گنا اجر ہے حتی کہ صدقہ کا اجر سات سو گنا ہے، لیکن روزے کے بارے میں فرمایا کہ روزے کا اجر میں دوں گا، کیونکہ روزہ اس نے صرف میرے لئے رکھا تھا، اس لیے کہ شدید گرمی کی وجہ سے جب حلق میں کانٹے لگ رہے ہیں اور زبان پیاس سے خشک ہے اور فرِج میں ٹھنڈا پانی موجود ہے اور تنہائی ہے اور کوئی دیکھنے والا بھی نہیں ہے، اس کے باوجود میرا بندہ صرف اس لئے پانی نہیں پی رہا ہے کہ اس کے دل میں میرے سامنے کھڑا ہونے اور جواب دہی کا ڈر اور احساس ہے، اس احساس کا نام تقویٰ ہے، اگر یہ احساس پیدا ہو گیا تو تقویٰ بھی پیدا ہو گیا لہٰذا تقویٰ روزے کی ایک شکل بھی ہے، اور اسکے حصول کی ایک سیڑھی بھی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

کہ ہم نے روزے اس لئے فرض کیے تا کہ تقویٰ کی عملی تربیت دیں۔

اور جب تم روزے کے ذریعہ عملی تربیت حاصل کر رہے ہو، تو پھر اس کو اور ترقی دو، اور آگے بڑھاؤ، لہٰذا جس طرح روزے کی حالت میں شدت پیاس کے باوجود پانی پینے سے رک گئے تھے، اور اللہ کے خوف سے کھانا کھانے سے رُک گئے تھے، اسی طرح جب کاروبارِ زندگی میں نکلو، اور وہاں پر اللہ کی نافرمانی اور معصیت کا تقاضہ اور داعیہ پیدا ہو تو یہاں بھی اللہ کے خوف سے اس معصیت سے رک جاؤ۔ لہٰذا ایک مہینے کے لئے ہم تمہیں تربیتی کورس سے گزار رہے ہیں اور یہ تربیتی کورس اس وقت مکمل ہوگا جب کاروبار زندگی میں ہر موقع پر اس پر عمل کرو، ورنہ اس طرح یہ تربیتی کورس مکمل نہیں ہوگا کہ اللہ کے خوف سے پانی پینے سے تو رک گئے، اور جب کاروبارِ زندگی میں نکلے تو پھر آنکھ غلط جگہ پر پڑ رہی ہے، کان بھی غلط باتیں سن رہے ہیں، زبان سے بھی غلط باتیں نکل رہی ہیں، اس طرح تو یہ کورس مکمل نہیں ہوگا۔

روزہ کا ایئر کنڈیشنر لگادیا، لیکن؟

جس طرح علاج ضروری ہے، اسی طرح پرہیز بھی ضروری ہے، اللہ تعالیٰ نے روزہ اس لئے رکھوایا، تا کہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو، لیکن تقویٰ اس وقت پیدا ہوگا جب اللہ کی نافرمانیوں اور معصیتوں سے پرہیز کرو گے، مثلاً کمرہ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے آپ نے اس میں ایئر کنڈیشنر لگایا، اور ایئر کنڈیشنر کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ پورے کمرے کو ٹھنڈا کر دے، اب آپ نے اس کو اون کر دیا، لیکن ساتھ ہی اس کمرے کی کھڑیاں، دروازے کھول دیے اِدھر سے ٹھنڈک آ رہی ہے اور اُدھر سے نکل رہی ہے، لہٰذا کمرہ ٹھنڈا نہیں ہوگا، بالکل اسی طرح یہ سوچیے کہ روزہ کا ایئر کنڈیشنر تو آپ نے لگا دیا لیکن ساتھ ہی دوسری طرف اللہ کی نافرمانی اور معصیتوں کے دروازے اور کھڑکیاں کھول دیں، اب بتائیے ایسے روزے سے کوئی فائدہ حاصل ہوگا؟

اصل مقصد "حکم کی اتباع"

اسی طرح روزے کے اندر یہ حکمت کہ اس کا مقصد قوتِ بہیمیہ توڑنا ہے یہ بعد کی حکمت ہے، اصل مقصد یہ ہے کہ ان کے حکم کی اتباع ہو، اور سارے دین کا مدار اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کی اتباع ہے۔ وہ جب کہیں کہ کھاؤ، اس وقت کھانا دین ہے اور جب وہ کہیں کہ مت کھاؤ، اس وقت نہ کھانا دین ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت اور اپنی اتباع کا عجیب نظام بنایا ہے کہ سارا دن تو روزہ رکھنے کا حکم دیا، اور اس پر بڑا اجر و ثواب رکھا، لیکن ادھر آفتاب غروب ہوا اُدھر یہ حکم آ گیا کہ اب جلدی افطار کرو، اور افطار میں جلدی

کرنے کو مستحب قرار دیا، اور بلا وجہ افطار میں تاخیر کرنا مکروہ اور ناپسندیدہ ہے، کیوں ناپسندیدہ ہے؟ اس لیے کہ جب آفتاب غروب ہو گیا تو اب ہمارا یہ حکم آ گیا کہ اب بھی اگر نہیں کھاؤ گے اور بھوکے رہو گے تو یہ بھوک کی حالت ہمیں پسند نہیں، اس لیے کہ اصل کام ہماری اتباع کرنا ہے، اپنا شوق پورا نہیں کرنا ہے۔

ہمارا حکم توڑ دیا

عام حالات میں دنیا کی کسی چیز کی حرص اور ہوس بہت بری چیز ہے، لیکن جب وہ کہیں کہ حرص کرو، تو پھر حرص ہی میں لطف اور مزہ ہے، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

چوں طمع خواہد زمن سلطانِ دیں

خاک بہ فرقِ قناعت بعد ازیں

جب سلطانِ دین یہ چاہ رہے ہیں کہ میں حرص اور طمع کروں تو پھر قناعت کے سر پر خاک، پھر قناعت میں مزہ نہیں ہے۔ پھر تو طمع اور حرص میں مزہ ہے، یہ افطار میں جلدی کرنے کا حکم اسی وجہ سے ہے، غروبِ آفتاب سے پہلے تو یہ حکم تھا ایک ذرہ بھی اگر منھ میں چلا گیا تو گناہ بھی لازم اور کفارہ بھی لازم، مثلاً سات بجے آفتاب غروب ہو رہا تھا، اب اگر کسی شخص نے چھ بج کر اُنسٹھ منٹ پر ایک چنے کا دانہ کھا لیا، اب بتائیے کہ روزے میں کتنی کمی آئی؟ صرف ایک منٹ کی کمی آئی، ایک منٹ کا روزہ توڑا لیکن اس ایک منٹ کے روزے کے کفارے میں ساٹھ دن کے روزے رکھنے واجب ہیں، اس لیے کہ بات صرف ایک چنے اور ایک منٹ کی نہیں ہے، بات دراصل یہ ہے کہ اس نے ہمارا حکم توڑا، ہمارا حکم یہ تھا کہ جب تک آفتاب غروب نہ ہو جائے اس وقت تک کھانا جائز نہیں، لیکن تم نے یہ حکم توڑ دیا، لہٰذا اب ایک منٹ کے بدلے میں ساٹھ دن کے روزے رکھو۔

افطار میں جلدی کرو

اور پھر جیسے ہی آفتاب غرب ہو گیا تو یہ حکم آ گیا کہ اب جلدی کھاؤ، اگر بلا وجہ تاخیر کر دی تو گناہ ہوگا، کیوں؟ اس واسطے کہ ہم نے حکم دیا تھا کہ کھاؤ، اب کھانا ضروری ہے۔

سحری میں تاخیر افضل ہے

سحری کے بارے میں حکم یہ ہے کہ سحری تاخیر سے کھانا افضل ہے جلدی کھانا خلافِ سنت ہے، بعض لوگ رات کو بارہ بجے سحری

کھا کر سو جاتے ہیں یہ خلافِ سنت ہے، چنانچہ صحابۂ کرام کا بھی یہی معمول تھا کہ بالکل آخری وقت تک کھاتے رہتے تھے اس واسطے کہ یہ وہ وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ صرف یہ کہ کھانے کی اجازت ہے بلکہ کھانے کا حکم ہے، اس لیے جب تک وہ وقت باقی رہے گا، ہم کھاتے رہیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اتباع اور اطاعت اسی میں ہے، اب اگر کوئی شخص پہلے سحری کھالے تو گویا اس نے روزے کے وقت میں اپنی طرف سے اضافہ کر دیا، اس لیے پہلے سے سحری کھانے کو ممنوع قرار دیا، پورے دین میں سارا کھیل اتباع کا ہے، جب ہم نے کہا کہ کھاؤ تو کھانا ثواب ہے اور جب ہم نے کہا کہ مت کھاؤ تو نہ کھانا ثواب ہے، اس لیے حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ جب اللہ میاں کہہ رہے ہیں کہ کھاؤ اور بندہ کہے کہ میں تو نہیں کھاتا، یا میں کم کھاتا ہوں، یہ تو بندگی اور اطاعت نہ ہوئی، ارے بھائی نہ تو کھانے میں کچھ رکھا ہے اور نہ ہی نہ کھانے میں کچھ رکھا ہے، سب کچھ ان کی اطاعت میں ہے، اس لیے جب انھوں نے کہہ دیا کہ کھاؤ، تو پھر کھاؤ، اس میں اپنی طرف سے زیادہ پابندی کرنے کی ضرورت نہیں۔

ایک مہینہ بغیر گناہ کے گزار لو

البتہ اہتمام کرنے کی چیز یہ ہے کہ جب روزہ رکھ لیا تو اب اپنے آپ کو گناہوں سے بچاؤ، آنکھوں کو بچاؤ، کانوں کو بچاؤ، زبانوں کو بچاؤ، ایک رمضان کے موقعہ پر ہمارے حضرت قدس اللہ سرہٗ نے یہاں تک فرمایا کہ میں ایک ایسی بات کہتا ہوں جو کوئی اور نہیں کہے گا، وہ یہ کہ اپنے نفس کو اس طرح بہلاؤ، اور اس سے عہد کر لو کہ ایک مہینہ بغیرہ گناہ کے گزار لو، جب یہ ایک مہینہ گذر جائے تو پھر تیرا جو جی چاہے کرنا، چنانچہ حضرت والا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہیکہ جب یہ ایک مہینہ بغیر گناہ کے گزر جائے گا، تو پھر اللہ تعالیٰ خود اس کے دل میں گناہ چھوڑنے کا داعیہ پیدا فرما دیں گے، لیکن یہ عہد کر لو کہ یہ اللہ کا مہینہ آ رہا ہے، یہ عبادت کا مہینہ ہے، یہ تقویٰ پیدا کرنے کا مہینہ ہے، ہم اس میں گناہ نہیں کریں گے اور ہر شخص اپنے گریبان میں منھ ڈال کر دیکھے کہ وہ کن گناہوں میں مبتلا ہے پھر ان سب کے بارے میں یہ عہد کر لے کہ میں ان میں مبتلا نہیں ہوں گا، مثلاً یہ عہد کر لے کہ رمضان المبارک میں آنکھ غلط جگہ پر نہیں اٹھے گی، کان غلط بات نہیں سنیں گے، زبان سے غلط بات نہیں نکلے گی، یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ روزہ بھی رکھا ہوا ہے اور فواحشات کو بھی آنکھ سے دیکھ رہے ہیں، اور اس سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

اس ماہ میں رزقِ حلال

دوسری اہم بات جو ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کم از کم اس ایک مہینے میں تو رزق حلال کا اہتمام کر لو، جو

لقمہ آئے وہ حلال کا آئے، کہیں ایسا نہ ہو کہ روزہ تو اللہ تعالیٰ کے لئے رکھا اور اس کو حرام چیز سے افطار کر رہے ہیں، سود پر افطار ہو رہا ہے یا رشوت پر افطار ہو رہا ہے، یا حرام آمدنی پر افطار ہو رہا ہے، یہ کیسا روزہ ہوا کہ سحری بھی حرام اور افطاری بھی حرام اور درمیان میں روزہ، اس لیے خاص طور پر اس مہینے میں حرام روزی سے بچو اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے مانگو کہ یا اللہ! میں رزقِ حلال کھانا چاہتا ہوں مجھے رزقِ حرام سے بچا لیجیے۔

حرام آمدنی سے بچیں

بعض حضرات وہ ہیں جن کا بنیادی ذریعۂ معاش الحمدللہ حرام نہیں ہے، بلکہ حلال ہے، البتہ اہتمام نہ ہونے کی وجہ سے کچھ حرام آمدنی کی آمیزش بھی ہو جاتی ہے، ایسے حضرات کے لیے حرام سے بچنا کوئی دشوار کام نہیں ہے، وہ یہ کم از کم اس ماہ میں تھوڑا سا اہتمام کرلیں، اور حرام آمدنی سے بچیں، یہ عجیب قصہ ہے کہ اس ماہ کے لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ یہ صبر کا مہینہ ہے، یہ مواسات اور غم خواری کا مہینہ ہے ایک دوسرے سے ہمدردی کا مہینہ ہے، لیکن اس ماہ میں مواسات کے بجائے لوگ الٹا کھال کھینچنے کی فکر کرتے ہیں، اِدھر رمضان المبارک کا مہینہ آیا اور اُدھر چیزوں کی ذخیرہ اندوزی شروع کردی، لہٰذا کم از کم اس ماہ میں اپنے آپ کو ایسے حرام کاموں سے بچالو۔

اگر آمدنی مکمل حرام ہے تو پھر؟

بعض حضرات وہ ہیں جن کا ذریعہ آمدنی مکمل طور پر حرام ہے، مثلاً وہ کسی سودی ادارے میں ملازم ہیں، ایسے حضرات اس ماہ میں کیا کریں؟ ہمارے حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحب قدس اللہ سرہٗ (اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین) ہر آدمی کے لیے راستہ بتا گئے، وہ فرماتے ہیں کہ میں ایسے آدمی کو جس کی مکمل آمدنی حرام ہے، یہ مشورہ دیتا ہوں کہ اگر ہو سکے تو رمضان میں چھٹی لے لے، اور کم از کم اس ماہ کے خرچ کے لئے جائز اور حلال ذریعہ سے انتظام کرلے، کوئی جائز آمدنی کا ذریعہ اختیار کرلے، اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اس ماہ کے خرچ کے لیے کسی سے قرض لے لے، اور یہ سوچ کہ میں اس مہینے میں حلال آمدنی سے کھاؤں گا، اور اپنے بچوں کو بھی حلال کھلاؤں گا، کم از کم اتنا تو کرلے۔

گناہوں سے بچنا آسان ہے

بہرحال! میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ لوگ اس مہینے میں نوافل وغیرہ کا تو اہتمام بہت کرتے ہیں، لیکن گناہوں سے بچنے کا اتنا

اہتمام نہیں کرتے حالانکہ اس ماہ میں اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے بچنے کو آسان فرما دیا ہے، چنانچہ اس ماہ میں شیطان کو بیڑیاں پہنا دی جاتی ہیں اور ان کو قید کر دیا جاتا ہے، لہٰذا شیطان کی طرف سے گناہ کرنے کے وسوسے اور تقاضے ختم ہو جاتے ہیں، اس لیے گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔

روزے میں غصے سے پرہیز

تیسری بات جس کا روزے سے خاص تعلق ہے، وہ ہے غصے سے اجتناب اور پرہیز چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مواسات کا مہینہ ہے، ایک دوسرے سے غم خواری کا مہینہ ہے، لہٰذا غصہ اور غصہ کی وجہ سے سرزد ہونے والے جرائم اور گناہ مثلاً جھگڑا، مار پٹائی اور تو تکار ان چیزوں سے پرہیز کا اہتمام کریں، حدیث شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہاں تک فرما دیا کہ:

وَاِنْ جَهِلَ عَلٰى أَحَدِكُمْ جَاهِلٌ وَهُوَ صَائِمٌ، فَلْيَقُلْ إِنِّىْ صَائِمٌ۔ (ترمذی، کتاب الصوم، باب ما جاء فی فضل الصوم، حدیث: ۷۶۴)

یعنی اگر کوئی شخص تم سے جہالت اور لڑائی کی بات کرے تو تم کہہ دو کہ میرا روزہ ہے، میں لڑنے کے لئے تیار نہیں، نہ زبان سے لڑنے کے لئے تیار ہوں، اور نہ ہاتھ سے، اس سے پرہیز کریں، یہ سب بنیادی کام ہیں۔

رمضان میں نفلی عبادات زیادہ کریں

جہاں تک عبادات کا تعلق ہے، تمام مسلمان ماشاء اللہ جانتے ہی ہیں کہ روزہ رکھنا تراویح پڑھنا ضروری ہے اور تلاوتِ قرآن کو چونکہ اس مہینے سے خاص مناسبت ہے اس لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے مہینے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ پورے قرآن کا دور فرمایا کرتے تھے، اس لیے جتنا زیادہ سے زیادہ ہو سکے اس مہینہ میں تلاوت کریں۔

اور اسکے علاوہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے زبان پر اللہ کا ذکر کریں اور تیسرا کلمہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ، اور درود شریف اور استغفار کا چلتے پھرتے اس کی کثرت کا اہتمام کریں، اور نوافل کی جتنی کثرت ہو سکے کریں۔

اور عام دنوں میں رات کو اٹھ کر تہجد کی نماز پڑھنے کا موقعہ نہیں ملتا، لیکن رمضان المبارک میں چونکہ انسان سحری کے لیے اٹھتا ہے، تھوڑا پہلے اٹھ جائے اور سحری سے پہلے تہجد پڑھنے کا معمول بنا لے، اور اس ماہ میں نماز خشوع کے ساتھ اور مرد باجماعت نماز پڑھنے

کا اہتمام کریں، یہ سب کام تو اس ماہ میں کرنے ہی چاہئیں، یہ رمضان المبارک کی خصوصیات میں سے ہیں، لیکن ان سب چیزوں سے زیادہ اہم گناہوں سے بچنے کی فکر ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور رمضان المبارک کے انوار و برکات سے صحیح طور پر مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

أقول قولی هذا واستغفر الله لی ولکم ولسائر المسلمین، فاستغفروه إنه هو الغفور الرحیم۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمین

بزم خطباء ٹیلیگرام چینل میں شامل ہونے کے لیے ٹیلیگرام کے تلاش کے خانہ میں لکھیں

@bazmekhateeb

اور شامل ہو جائیں

نوٹ: اس مواد کو اصلاحی خطبات سے نقل کیا گیا ہے